بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحر العلوم اپنے خطبات کے آئینے میں

ساجد علی مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

[۱۶؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۲ء۔ یک شنبہ]

بحر العلوم اپنے خطبات کے آئینے میں

ساجد علی مصباحی - جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علی رسولہ الکریم

شہنشاہِ خطابت، شیخ الاساتذہ، حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ (ولادت: ۷ / ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ / ۲۶ / نومبر ۱۹۲۵ء - وفات: ۱۵ / محرم الحرام ۱۴۳۴ھ / ۲۹ / نومبر ۲۰۱۲ء) گونا گوں فضائل و کمالات کے حامل تھے، میدانِ درس و تدریس ہو یا عملِ تحقیق و افتا، وعظ و خطابت کا مجمع ہو یا ارشاد و دعوت کا موقع، خلوص و للّٰہیت کا مسئلہ ہو یا تقویٰ و طہارت کا معاملہ، ہر میدان میں اور ہر محاذ پر حضرت بحر العلوم بہت نمایاں اور ممتاز نظر آتے تھے۔ درس گاہ میں جب طلبہ کے روبرو ہوتے تو علوم نقلیہ و عقلیہ کے حقائق و دقائق کا جام ان کے قلوب و اذہان میں انڈیلتے نظر آتے، اور زبان حال سے کہتے رہتے ؎

کہکشاں سے کوئی یہ کہہ دے کہ اپنی کرنوں کو چن کے رکھ لے　　　میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھا رہا ہوں

اور جب مسندِ افتا پر رونق افروز ہوتے تو اپنی شانِ فقیہانہ سے قسم قسم کے پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسائل سلجھاتے، دور دراز سے آنے والے سوالات کے جوابات تحریر فرماتے اور دار الافتاء میں آنے والے پریشاں حال مسلمانوں سی کشادہ روئی، خندہ پیشانی اور نرمی سے ملتے، بغور ان کے حالات سنتے، پھر آیات و احادیث، اجماع امت، نصوص مذہب اور اقوالِ ائمہ و عباراتِ فقہا کی روشنی میں ان کی مناسب رہنمائی فرماتے، مگر جب کوئی بد باطن، گستاخِ رسول جبہ و دستار کی اوٹ سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ اور خصائلِ حمیدہ سے متعلق دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتا تو آپ کا رہوار قلم پھڑک اٹھتا اور اس کو ایسا دنداں شکن جواب دیتے کہ وہ عرصۂ دراز تک اس کی کسک محسوس کرتا رہتا۔ آپ کی شان یہ تھی کہ ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت بحر العلوم تو اب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کے فتاویٰ (فتاویٰ بحر العلوم) سے ہمیں ان کے علمی و ایمانی اوصاف و کمالات کے شواہد ملتے رہیں گے، گویا آپ کی ذات ستودہ صفات اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ . کا مظہر تھی۔

اور جب آپ منبر خطابت پر جلوہ نما ہوتے تو اپنی زبانِ گہر بار سے علوم و معارف کے درخشاں موتی لٹاتے، آپ کے خطبات دلائل و براہین سے مزین اور واقعات و حقائق سے آراستہ ہوتے تھے، زبان آسان، مگر سحر آفریں ہوتی، انداز سادہ، مگر دلنشیں ہوتا، آپ کے خطاب سے اربابِ علم و دانش، اصحابِ فکر و بصیرت، علما و طلبہ، بلکہ گنوار اور اَن پڑھ سبھی مستفید و مسرور ہوتے تھے، آپ کی دقیقہ سنجی اور نکتہ آفرینی بڑی حیرت انگیز اور بصیرت افروز ہوتی تھی، سننے والے ہمہ تن گوش ہو کر محو سماعت ہوتے، ٹکٹکی باندھے رخِ زیبا کا نظارہ کرتے اور آپ کی علمی گہرائی و گیرائی اور ہمہ جہت معلومات پر داد دیتے رہتے تھے ؎

داند آں کس کہ فصاحت بکلامے دارد　　　ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

یوں تو حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کی ایمان افروز اور باطل سوز تقریریں ملک کے طول و عرض میں ہوتی رہیں اور عوام و خواص ان کے پر مغز خطابات سے بہرہ ور ہوتے رہے اور سامعین میں جسے اللہ جل شانہ نے جتنی توفیق مرحمت فرمائی اس نے اسی قدر استفادہ کیا، مگر ہم جیسے لوگوں کے لیے ان کے جوہرِ خطابت سے مستفید ہونا اور آئندہ نسل کے سامنے ان کے اس وصف و کمال کو دلائل سے ثابت کرنا بڑا مشکل تھا، لیکن خدا بھلا کرے نبیرۂ بحر العلوم مولانا محمد زینی دحلان برکاتی کا؛ کہ انھوں نے اس شہنشاہِ خطابت کے گراں مایہ خطبات کا ایک مجموعہ "خطبات بحر العلوم" کے نام سے قوم کے سامنے پیش کر دیا، فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء .

اب خطبات کے اس حسین گل دستے کو دیکھ کر بعد میں آنے والے منصف مزاج افراد بھی حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کے اس فضل و کمال

سے آشنا ہوسکیں گے اور اس حقیقت کا اعتراف کرتے نظر آئیں گے ؂

خطیب ایسا، خطیبوں کو نئی راہیں ملیں جس سے خطابت میں، سلاست میں، شہا! آب رواں تم ہو

خطباتِ بحر العلوم:

خطبات کا یہ وقیع مجموعہ حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کی پانچ منتخب تقاریر کا شاندار آمیختہ ہے، جو ۲۸۸/ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ شروع میں ''عرض حال'' کے تحت نبیرۂ بحر العلوم مولانا محمد زینی دحلان برکاتی کے قلم سے اس مفید مجموعہ کے جمع وترتیب کے احوالِ واقعی کا بیان ہے، پھر ۹/ صفحات پر مشتمل فنِّ خطابت کی افادیت ومعنویت اور اس کی تاثیر وتاریخ کا تذکرہ ہے جو ''پیش گفتار'' کے عنوان سے مولانا زینی دحلان برکاتی ہی کے قلم کا رہین منت ہے۔

اس کے بعد حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، جامعہ نظامیہ، لاہور، پاکستان کا تاثر شاملِ کتاب ہے جو موصوف نے ۱۳/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۰۸ھ / ۴/ جنوری ۱۹۸۸ء کو تحریر فرمایا تھا۔ اس میں موصوف کا بیان ہے کہ:

''پیش نظر کتاب ''خطبات بحر العلوم'' کی عظمت واہمیت معلوم کرنے کے لیے حضرت بحر العلوم کا نام ہی کافی ہے، فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر اہم ترین موضوعات کا انتخاب کیا ہے اور ہر موضوع کو جس عمدگی اور سلاست کے ساتھ نبھایا ہے وہ حضرت مصنف کا ہی حصہ ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس کتاب سے علما، مدرسین، خطبا وطلبہ اور عوام الناس سبھی مستفیض ہوں گے اور یہ کتاب حضرت مصنف کے لیے بہترین سرمایۂ آخرت ثابت ہوگی''۔ (خطبات بحر العلوم ص ۲۶)

اس اقتباس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر یہ کتاب اسی وقت زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آجاتی تو اب تک نہ جانے کتنے گم گشتگانِ راہ اپنی منزل مقصود سے ہم کنار ہوجاتے، اور کتنے نو آموز طلبہ میدانِ خطابت میں اپنا لوہا منوا لیتے، مگر حقیقت وہی ہے جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ؂

اے رضا! ہر کام کا اک وقت ہے دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اس کتاب میں مذکورہ چیزوں کے بعد حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کی پانچ تقریریں ہیں، ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کے تحت ۳۹/ ذیلی عناوین ہیں، جو ۵۷/ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی ص ۲۸ سے ص ۸۴ تک۔ (۲) حاضر وناظر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کے تحت ۲۳/ ذیلی عناوین ہیں، جو ۴۶/ صفحات پر مشتمل ہیں۔ یعنی ص ۸۵ سے ص ۱۳۰ تک۔ (۳) بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔ اس کے تحت ۱۶/ ذیلی عناوین ہیں، جو ۲۸/ صفحات کو محیط ہیں۔ یعنی ص ۱۳۱ سے ص ۱۵۸ تک۔ (۴) تلاش حق۔ اس کے تحت ۶۷/ ذیلی عناوین ہیں، جو ۶۳/ صفحات کے دامن پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی ص ۱۵۹ سے ص ۲۲۱ تک۔ (۵) پیکر نور۔ اس کے تحت ۶۷/ ذیلی عناوین ہیں۔ جو ۶۷/ صفحات پر مشتمل ہیں۔ یعنی ص ۲۲۲ سے ص ۲۸۸ تک۔

پہلی تقریر کے ذیلی عناوین:

پہلی تقریر ''محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے تحت قسم قسم کے ۳۹/ ذیلی عنوانات ہیں، جن سے قاری کو پوری تقریر کا اندازہ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے، لیجیے آپ بھی ان عنوانات سے اصل تقریر کا اندازہ کیجیے:

بنائے اسلام، زبان کی کاشت کاری، حضرت امام حسن کی بردباری، دعا کیوں قبول نہیں ہوتی، کہانت کی آمدنی، نگاہ کا پردہ، آنکھوں کا زنا، اسلامی احکام کے مختلف شعبے، خدا کا نام لینے کی سزا، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آگ کا بستر، ہجرت کا حکم، نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت، محبت کا نشہ، اے شہ دیں! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم، آشوب چشم کا علاج، دل کا کھوٹ، ایمان کی کسوٹی، محبت کی قسمیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الجھن، آداب محبت، قیامت کے لیے کیا تیاری ہے، نئے دانشوران اسلام کے اعتراضات، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرزو، حضرت ابو طلحہ کی جاں نثاری، زیاد بن سکن کی آخری تمنا، محبت کی قسمیں: طبعی اور اختیاری، جہاں گیر اور احترام مشائخ، نور جہاں کا مذہب، فیصلہ کن مناظرہ، حضرت شاہ سلیم چشتی کی کرامت، خیر القرون میں

عظمت و بزرگی کا معیار، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر جان قربان کردی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیاری محبت، صحابیات کا معیار محبت، قبیلۂ بنی طے کی ایک مقدس خاتون، خلاصۂ کلام۔

ان رنگ برنگے عناوین کے دامن میں حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی شمعیں فروزاں کردی ہیں جن کی ضیا پاشیوں سے بلاشبہہ قاری کا دل جگمگانے لگے گا، مزید برآں اسلامی حقائق و معانی کو قلوب و اذہان میں راسخ کرنے کے لیے جگہ جگہ بزرگوں کے ایمان افروز واقعات و حکایات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور اپنے اشعار کے علاوہ موقع موقع سے دوسرے مختلف شعرا مثلا رضاؔ بریلوی، آسیؔ غازی پوری، عبدالحق محدث دہلوی، حسنؔ بریلوی، مومنؔ دہلوی، مولانا روم اور مرزا غالبؔ وغیرہ کے اشعار بھی پیش کیے ہیں جو موصوف کے مطالعہ کی وسعت اور علمی استحضار پر شاہد ہیں۔

میں نے اس مجموعہ پر ایک نظر ڈالی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ نے پہلی تقریر میں مختلف مقامات پر اثباتِ مدعا کے لیے ۱۳/ آیتیں، ۱۶/ حدیثیں، ۵۷/ اشعار اور متعدد واقعات پیش کیے ہیں۔

اس سرسری جائزہ سے ہی یہ امر آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ خطبات کا یہ مجموعہ انتہائی بصیرت افروز اور معلومات افزا ہے، جو حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کے تبحر علمی اور بلند پایہ تحقیقی مذاق کا آئینہ ہے۔

دل نشیں طرز بیان:

حضرت بحر العلوم کا طرز بیان انتہائی سادہ، مگر دل کش اور دل نشیں ہوتا تھا، آپ جس بات کو ثابت کرنا چاہتے تھے اس کے لیے ایسی مناسب گفتگو فرماتے کہ سننے والوں کے ذہن میں وہ بات خود بخود اترتی چلی جاتی اور گفتگو ختم ہونے تک آپ کا مدعا اس کے ذہن و فکر میں سرایت کرچکا ہوتا، مثلاً محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں تو اس طرح گفتگو فرماتے ہیں:

''برادران اسلام و معزز حضرات! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان بھی نئے نہیں، بہت پرانے۔ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ ہمارے آبا و اجداد کب، کہاں اور کن حالات میں اسلام لائے۔ مشہور شاعر غالب کو اپنے خاندانی سپاہی ہونے پر ہی ناز تھا ؎

سو سال سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری　　کچھ شاعری ہی وجہ فضیلت نہیں مجھے

اور الحمدللہ ہم کو اپنے قدیم الاسلام ہونے پر فخر ہے ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے　　آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

سوال یہ کہ جو شخص اتنا پرانا مسلمان ہو، اس کو اسلام کے فرائض و حقوق، آداب و اصول معلوم ہونا چاہیے یا نہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ کانگریس کے ممبر ہیں انھیں اس پارٹی کے تمام اصول و ضوابط پوری طرح یاد ہوتے ہیں جس کا وہ قدم قدم پر حوالہ دیتے ہیں، جو لوگ کمیونسٹ ہیں ان کو اس تنظیم کی دستوری دفعات پر عبور ہوتا ہے۔ پس اس طرح سارے مسلمانوں کا اسلام کے قوانین و احکام سے آگاہ ہونا ایک فطری اور لازمی امر ہے''۔ (ص ۲۹، ۳۰)

اس گفتگو کے بعد آپ نے بخاری شریف کی وہ حدیث پاک پیش فرمائی جس میں یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: کلمۂ شہادت کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکات دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرنا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ یہی پانچ چیزیں مدارِ اسلام ہیں، جس نے ان پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرلیا وہ مکمل مسلمان ہوگیا اور اب اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تو میں عرض کروں گا: ایسا سوچنا بڑی بھول ہوگی ؎

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں　　ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

بیشک یہ پانچوں اسلام کے بنیادی ارکان و فرائض ہیں، لیکن اسلام میں ان کے علاوہ بے شمار امور ہیں جن کی فرضیت اور اہمیت بھی نماز و روزہ کی طرح ضروری اور قطعی ہے''۔ (ص ۳۱)

اس کے بعد آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں متعدد فرائض شمار کرائے جو مذکورہ پانچوں فرائض کے علاوہ ہیں مثلاً سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا فرض ہے، بدنگاہی سے بچنا فرض ہے، حرام غذا سے بچنا فرض ہے، اور پھر اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

’’حضرات! اسلام میں ضروریات اور فرائض کی ایک لمبی فہرست ہے، نہ میں ان سب کو بیان کر سکتا ہوں، اور نہ اس وقت میرا یہ موضوع ہے۔ میں تو آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس طرح یہ پانچ فریضے ہیں اسی طرح اور فرائض بھی ہیں اور ایک کامل مسلمان کے لیے ان سب پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور ان ہی اہم ترین فرائض میں سے ایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی ہے؛ کہ جس طرح نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکات لابدی ہے اور صاحبِ استطاعت کو حج کے بغیر چھٹکارا نہیں، اسی طرح نبی کریم رؤف رّحیم کی محبت کے بغیر اسلام اسلام نہیں اور ایمان ایمان نہیں‘‘۔ (ص ۳۷)

حضور ﷺ کی محبت فرض ہے:

’’آپ کہیں گے: کس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا؟ میں کہوں گا: اسی قرآن نے، جس نے فرائض خمسہ کو اسلام کے ارکان بتایا۔ قرآن عظیم کا دسواں پارہ ہے، سورہ کا نام ’’توبہ شریف‘‘ ہے اور آیتِ کریمہ حسبِ ذیل ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ آبَائُكُمْ وَ اَبْنَا ئُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْ وَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَا كِنُ تَرْ ضَوْنَهَا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْ لِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

اے حبیب! آپ مسلمانوں سے کہہ دیجیے کہ یہ تمھارے باپ، تمھارے بچے، تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں، یہ تمھارے مال جنھیں تم حاصل کرتے ہو اور تجارت جس میں گھاٹے کا ڈر لگا رہتا ہے اور یہ تمھارے مکانات جو تمھیں محبوب ہیں، اگر اللہ ورسول اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو ٹھہرو، اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔

یعنی تم نے مجھ سے، میرے محبوب سے اور جہاد سے زیادہ مذکورہ بالا امور سے محبت کی تو بجلیاں کوندیں گی، آندھیاں آئیں گے، پتھر برسیں گے اور تم پر خدا کا عذاب اترے گا۔

اللہ اکبر! کتنا دہلا دینے والا اندازِ بیان ہے، کتنا لرزہ براندام کر دینے والا طریقۂ خطاب ہے، کون ہے جو پروردگار کے اس چیلنج کا مقابلہ کرے اور کون ہے جو اس تہدیدِ ربانی کے مدّ مقابل ہو۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی ان فرائض ربانی میں سے ہے جس میں ادنیٰ کوتاہی عذابِ الٰہی میں گرفتار کر دینے والی ہے‘‘۔ (ص ۳۸)

اس طرح سے حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ نے دیگر آیات واحادیث اور واقعات وحکایات کے ذریعہ یہ خوب واضح کر دیا کہ ؎

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے — اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

محمد کی محبت آنِ ملت ، شانِ ملت ہے — محمد کی محبت جسمِ مِلت ، جانِ ملت ہے

آدابِ محبت:

دلائل وبراہین سے جب یہ امر روشن ہو گیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے، جانِ ایمان ہے، جہاں اس میں خلل پیدا ہوا، فوراً آدمی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا، تو اب فطری تقاضا یہی ہوگا کہ جو محبت اصل الاصول ہے اس کے آداب کا علم ضرور ہونا چاہیے۔

حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ گویا اپنے سامعین کی اس کیفیت کو محسوس کر رہے تھے؛ اس لیے آپ نے آگے کچھ اس طرح کا کلام پیش فرمایا:

’’قرآن کریم کے بتانے سے جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ حضور سید عالم، محبوب رب العالمین کی محبت اسلام کا رکن رکین اور جزو اعظم ہے تو اس پر عمل کرنے اور برتنے کا طریقہ بھی ہمیں ضرور معلوم ہونا چاہیے۔ آپ بھی کہیں گے: ضرور معلوم ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں: واقعہ یہی ہے کہ پہلے وقتوں سے ہی مسلمان اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔

آپ کے یہاں کوئی مسرت کی گھڑی آئی، شادی، بیاہ، ولادت وختنہ کی کوئی تقریب ہوئی تو آپ نے ایک سچے مسلمان کی طرح فیصلہ کیا کہ ہماری کوئی خوشی اس وقت تک خوشی ہی نہیں کہ اس میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی ومسرت شامل نہ ہو۔ آپ نے فرش بچھائے

تخت اور کرسیاں لگائیں، شامیانے اور قناتیں کھڑی کیں، جھاڑ اور فانوس لٹکائے، راڈ اور قمقمے روشن کیے، محفل میں عود واگر سلگائی، آنے والوں کو عطر لگایا، روح اور جسم کی طہارت اور ماحول کی نظافت کے بعد کسی بیان کرنے والے، یا نظم ونثر پڑھنے والے کو تخت، بلکہ کرسی پر بٹھایا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر جمیل چھیڑا، آپ کے حسنِ دل آرا کا تذکرہ، یا آپ کے سراپائے جمیل کی تفصیل بیان کی، آپ کے اخلاق و عاداتِ کریمہ کا بیان، یا شمائل وخصائل کی تشریح کی، آپ کے ارشادات وہدایات، یا معجزات وخصائص کی توضیح کی۔

اور سننے والوں کا یہ حال کہ کبھی وفورِ جذبات میں آنکھیں بھیگ گئیں، کبھی چہرہ تمتما اٹھا اور کبھی بے اختیار منہ سے واہ، آہ نکل گئی، کبھی ایک نعرۂ رسالت نے پوری محفل کو گرما دیا اور جب محفل ختم ہوئی تو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کھڑے ہوکر سب نے صلاۃ وسلام کا نذرانہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا اور اخلاص کے ساتھ دعا مانگی‘‘۔ (ص ۵۳، ۵۴)

سچ ہے کہ محبت کرنے والوں کی نگاہ میں منازل کے قرب وبعد کا کوئی فرق نہیں پڑتا ؎

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل   می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

یعنی آپ ہماری نظر سے دور ضرور ہیں، مگر دل میں جلوہ گر ہیں، اس دوری پر بھی میں آپ کو صاف دیکھ رہا ہوں اور سلام ودعا کا نذرانہ پیش کر رہا ہوں۔

اس طرح پوری تقریر پڑھتے چلے جائیے، سارا مضمون خود بخود آپ کے ذہن میں نقش ہوتا چلا جائے گا، اور جب مزید غور وفکر کریں گے تو مخالفین ومعاندین کے بے جا اعتراضات کے حقائق بھی طشت از بام ہوتے جائیں گے اور محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے فضائل وکمالات اور ان کے اختیارات وتصرفات قرآن وحدیث کی روشنی میں بالکل واضح اور صاف نظر آئیں گے اور آپ بے اختیار پکار اٹھیں گے ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں   اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

خلاصۂ تقریر:

اس تقریر کا خلاصہ خود بحر العلوم صاحب نے کچھ اس طرح کیا ہے کہ ’’حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں وہ سرخوشی ہے جو انسان کے جوہر ایمان میں جلا بخشتی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی توحید اور ایمان کی معراج ہے؛ لہٰذا اس کے اظہار کے لیے اہلِ اسلام جو جائز اور مستحسن صورتیں ایجاد کریں وہ حدیثِ مبارک ’’من سنّ فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غیر أن ینقص من أجورهم شیء ‘‘ کے عموم میں داخل ہے۔ ؎

و صلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا   زمیں در حبِ او ساکن، فلک در عشقِ او شیدا (ص ۸۴)

(۲) دوسری تقریر کا عنوان ہے: حاضر وناظر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کے تحت ۲۳ ر ذیلی عناوین ہیں، جو اس طرح ہیں:

جمال یوسف، شیفتگی زلیخا، حسینان مصر نے انگلیاں کاٹ ڈالیں، مذہب کے دائرے میں زندگی کے سبھی مسائل آتے ہیں، عصائے کلیمی کی فتح عظیم، بزرگوں کے ادب کا فائدہ، ماحول کا اثر زبان کے محاورہ پر، مسیحائی ابن مریم، کمال مصطفوی، ایک شبہہ کا جواب، قاب قوسین، ایک اور سوال وجواب، دونوں سفروں میں وجہ امتیاز، آمدم برسر مطلب، ایک جدید محقق کا فیصلہ، قرآن عظیم کا چیلنج، صنادید عرب کا اعتراف، عرب کا افتخار، بیر زمزم کی گمشدگی اور حضرت عبد المطلب کا خواب، خواب عبد المطلب کی عقدہ کشائی ایک کاہنہ کی زبانی، عرب میں کہانت کی چند روایتیں، ایک شبہہ کا ازالہ، کعب ابن مالک کی صداقت۔

ان عنوانات کے ضمن میں آپ نے تدریجاً اصل مسئلہ کو ثابت کیا ہے، مگر حمد وصلاۃ کے بعد جو نعتِ نبی پیش کی ہے وہی گویا پوری تقریر کا خلاصہ ہے۔ وہ نعتِ نبی یہ ہے ؎

فخر آدم ، رحمتِ عالم، شفیع المذنبیں   آپ جیسا دو جہاں میں دوسرا کوئی نہیں
حاضر و ناظر ، مبشر ذاتِ اقدس آپ کی   دہر میں روشن ہے یہ اعلانِ قرآنِ مبیں
دور اور نزدیک کی سنتے ہیں ہر فریاد وہ   کچھ نہیں قیدِ مدینہ چاہے سائل ہو کہیں

آپ کی مدح وثنا بس میں نہیں انسان کے آپ کے قدموں پہ خم ہے عرش اعظم کی جبیں

اورشروع میں تلاوت کردہ آیت کریمہ کے ترجمہ پر یہ تقریر ختم ہوتی ہے ''اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو حاضر وناظر بنا کر بھیجا تاکہ انسان اللہ پر ایمان لائیں اور اللہ ورسول کی تعظیم وتوقیر کریں اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔

(۳) تیسری تقریر کا عنوان ہے: بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔ اس کے تحت ۱۶؍ذیلی عناوین ہیں۔ حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ اس موضوع سے متعلق اپنے انوکھے اسلوب میں چند آیات واحادیث پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''حضرات! ہماری ان معروضات سے صاف ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے مثالی کا ترانہ سارے صحابہ کے دل کی آواز ہے، احادیثِ کریمہ ان کی انفرادیت اور یکتائی کی شہادت حق ادا کررہی ہیں، اور سب سے بڑھ کر خود خالقِ کائنات ان کے مدارجِ رفیعہ کا ذکر فرماتا ہے اور اشارہ فرماتا ہے کہ ان کی کوئی حد ہی نہیں، ان کی شان میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام ، مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اور حقیقت بھی تو یہی ہے، ان کے وجودِ اطہر کی تشبیہ کے لیے کائنات میں مثال ہی نہیں، چہرۂ انور کو چاند کے داغ دار آئینہ سے تشبیہ دی جائے؟ حاشا حاشا ؎

کیا منہ ہے آئینہ کا تری تاب لاسکے خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملاسکے (ص ۱۳۵)

اس طرح مختلف جہتوں سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات بیان کرتے رہے اور آخر میں ان الفاظ پر اس پُرمغز خطاب کا اختتام فرمایا: ''الغرض کہنا یہ ہے کہ یہ حبیب لبیب بے مثل وبے مثال ہیں، سب کے حبیب اور محبوبِ ربّ ذوالجلال ہیں ؎

تیرا قد تو نادرِ دہر ہے ، کوئی مثل ہو تو مثال دے نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

(۴) چوتھی تقریر کا عنوان ہے: تلاش حق۔ اس کے تحت ۶۷؍ذیلی عناوین ہیں، جو ۶۳؍صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ (۵) پانچویں تقریر کا عنوان ہے: پیکرنور۔ اس کے تحت ۶۷؍ذیلی عناوین ہیں۔ جو ۶۷؍صفحات پر مشتمل ہیں۔

یہ دونوں خطبات بہت دل چسپ اور معلومات افزا ہیں، اس کا اندازہ ان کے ذیلی عناوین کی تعداد سے بھی لگایا جاسکتا ہے، مگر افسوس کہ تنگی وقت کے باعث ان دونوں سے متعلق مزید کچھ کہا نہیں جاسکتا، بس یہ سمجھ لیجیے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا، پڑھے لکھے کو فارسی کیا۔ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہے، جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو خود ہی ساری حقیقت سامنے آجائے گی ؎

زبانِ عشق ، دل کی بات ، وہ بھی بزم واعظ میں درو دیوار جھوم اٹھتے ہیں ، منبر رقص کرتے ہیں

ہاں! ان تمام تقریروں میں ایک چیز بہت نمایاں نظر آتی ہے اور وہ ہے ''محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔ محبت کا یہ جلوہ زبان وبیان اور عنوان ہر جگہ سے جھلکتا ہے، ہر تقریر کی ابتدا میں حمد وصلاۃ کے ساتھ نعتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا التزام کیا گیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ سرکار علیہ التحیۃ والثناء کی محبت ہی تو جانِ ایمان ہے، جس کی ترجمانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یوں فرمائی ہے ؎

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان ، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں ایمان یہ کہتا ہے : مری جان ہیں یہ

ساجد علی مصباحی۔
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
۱۶؍صفر ۱۴۳۴ھ/ ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۲ء۔ شبِ یک شنبہ